۵۔مہدی موعود کا انتظار

" ان کی آمد سے پہلے اس امت پر کوئی خاص ذمہ داری نہیں"

- ظہورِ مہدی کی کوئی خبر ہمیں قران میں نہیں ملتی۔اس مسئلہ کو ایسی اہمیت حاصل ہوتی جو ہماری زندگی کے بنیادی فرائضہ پر فیصلہ کن اثر ڈال سکتی ہے تو قرآن میں اس تعلق سے واضح ہدایات ملنی چاہیے تھیں
- صحیح احادیث میں بھی کوئی واضح شہادت نہیں ملتی۔اس تعلق سے جو روایات ہیں ان میں ساید ہی کوئی ایسی ہو جو محدثانہ معیارِ تحقیق پر بے داغ اترتی ہوں۔اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کے نزدیک اس معاملہ کی نہ تو خاص دینی اہمیت تھی اور نہ ہی آپ کے ارسادات کو باقی امت تک منتقل کرنے والے صحابہ کے نزدیک
- امام مہدی جب بھی آئیں گے اپنا فرض ادا کریں گے۔اس انتظار میں ہمارا فرائضہ کیسے ساقط ہو سکتا ہے
- اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ان سے پہلے "خلافت علی منہاج النبوۃ" اس زمین پر قائم ہی نہ ہو سکے گی جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں یہ قائم ہو چکی تھی۔ اور اگر نہ بھی ہوئی ہو تو اس فرائضہ کے لئے جدوجہد سے اعراض کا جواز کہاں سے نکل آتا ہے

ان تمام گریز کی راہوں سے بچنے کا واحد طریقہ:

- بے لاگ احتسابِ نفس
- اگر دل نے اس کی صداقت قبول کر لی ہو تو اعتذار کے سارے دروازے بند ہونے چاہیئیں
- حق کو سمجھ لینے کے بعد اس سے منہ موڑنا اس سنتِ فرعونی کی پیروی کرنا ہے جس کا ذکر سورۃ النمل: ۱۳،۱۴ میں آیا ہے۔"جب ان کے سامنے ہماری واضح نسانیاں آئیں تو انھوں نے کہا یہ تو صاف جادو ہے اور باوجود اس کے کہ ان کے دل نسانیوں کی حقانیت پر یقین رکھتے تھے انھوں نے ظلم اور سرکشی کی بناء پر ان کا انکار کر دیا" اور اس سنت کی پیروی کا جو انجام ہو سکتا ہے وہ سب کو معلوم ہے

اقامتِ دین کا طریقہ کار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قران و سنت کی روشنی میں

۱۔تقویٰ کا التزام

۲۔منظم اجتماعیت

۳۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر

غلط فہمی کا ازالہ:

اس عملدرامد میں ایسی کوئی زمانی ترتیب نہیں جس کی رو سے جب تک پہلے اصول پر پوری طرح عمل نہ ہو، دوسرے کی ابتداء ہی نہ کی جائے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ تینوں اصولوں پر عمل بیک وقت شروع ہونا چاہیے